© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

مولانا عبیداللہ سندھیؒ جو ٹرکی کے انقلاب اور کمال اتاترک کی اصلاحاتِ وطنی و ملکی کے کسی قدر ترمیم و تنسیخ کے ساتھ زبردست حامی اور موید تھے فرمایا کرتے تھے کہ ان اصلاحات کی وجہ سے یہ سمجھنا کہ ترکوں نے اسلام کو خیر آباد کہہ دیا ہے سخت دھوکا اور غلطی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ جیسا کہ غالب نے کہا ہے

درد ہے جاں کے عوض ہر رگ و پے میں ساری　　چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درماں ہوگا

اسلام درد بن کر ترکوں کے گوشت پوست میں اس درجہ سرایت کر گیا ہے کہ اگر ترک اس کو چھوڑنا بھی چاہیں تو نہیں چھوڑ سکتے گویا ترکوں کے لئے اسلام کی نفی خود اپنے وجود اور ہستی کی نفی ہے مولانا کا یہ خیال کس قدر صحیح تھا اس کا اندازہ ان اطلاعات سے ہو سکتا ہے جو آج کل عام اخبارات میں ٹرکی کے متعلق شائع ہو رہی ہیں۔

اس سلسلہ میں مکہ مکرمہ کے رسالہ "الحج" نے گزشتہ اشاعت ماہ ربیع الاول میں بیروت کے رسالہ "الجمہور" سے ایک مقالہ کا اقتباس نقل کیا ہے ہم ذیل میں اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں جو امید ہے مسلمانوں کے لئے خاص طور پر مسرت کا باعث ہوگا۔

مصطفیٰ کمال اتاترک نے خلافت اسلامیہ کو ختم کیا، دین کو حکومت سے جدا کیا۔ عربی میں گفتگو کرنا اور عربی میں اذان دینا ممنوع کر دیا۔ ترکوں نے ان سب چیزوں کو محض کمال اتاترک کے ساتھ عقیدت و محبت کی وجہ سے قبول تو کر لیا مگر یک گونہ ناراضگی اور بددلی کے ساتھ چنانچہ کمال اتاترک کی وفات کے بعد سے ہی ترکوں میں دینی تحریک شروع ہو گئی جس کا مقصد ان اسلامی شعائر و رسوم کا احیا تھا جنہیں قانونی طور پر ممنوع کر دیا گیا تھا ٹرکی میں جو مختلف پارٹیاں تھیں وہ اور خصوصاً اناطولیہ کے باشندے سب اس ایک مقصد پر متفق ہو گئے اور اس سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ت یہ ہے کہ اس عظیم الشان تحریکِ دینی کے قائد اور لیڈر وہی سید جلال بایار تھے جو آج ترکی جمہوریہ
کے پریذیڈنٹ ہیں۔ سید جلال بایار باقاعدہ عالم دین اور فقیہ ہیں ایک عرصہ تک عمامہ باندھتے رہے ہیں
ساتھ ہی بہت بڑے دولتمند بھی ہیں مصطفےٰ کمال نے جب عَلَمِ انقلاب وحریت بلند کیا تو سید جلال بایار
کے سرگرم حامی اور سفید عمامہ برسران کے اول درجہ کے مددگاروں میں سے تھے۔

سید جلال بایار کے برسرِ اقتدار آتے ہی جیسا کہ توقع تھی سب سے بڑا انقلاب تو یہ ہوا کہ ٹرکی کی
پارلیمنٹ نے اعلان کیا کہ جس قوم کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اس بنا پر ترکوں
کو چاہئے کہ اپنی عام زندگی میں احکام دین کی پابندی کریں اور آج کل دنیا میں جو لامذہبیت پیدا ہو رہی اور
ترقی کر رہی ہے اس کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں پارلیمنٹ کے مذکورہ بالا اعلان کے بعد حکومت
کا دوسرا قدم یہ تھا کہ اس نے استاذ احمد حمدی اکسیکی کو امور دینیہ کا مدارالمہام مقرر کیا اور ان کو اس بات
کی پوری آزادی دی کہ دینی شعائر ورسوم کے احیاء کے لئے وہ جو مناسب سمجھیں کریں چنانچہ احمد حمدی
نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ پارلیمنٹ سے حسب ذیل امور کا مطالبہ کیا۔

(۱) مسجدوں میں اذان زبان عربی میں دی جائے۔

(۲) مدارس میں دینی تعلیم کو جبری قرار دیا جائے۔

(۳) ریڈیو پروگرام میں قرآن مجید کی تلاوت اور وعظ وارشاد کو مستقل طور پر شامل کیا جائے

(۴) جتنے اسلامی اوقاف ہیں ان کا انتظام حکومت سے چھین کر ایک مذہبی ادرا اسلامی جماعت
کے سپرد کیا جائے۔

(۵) جگہ جگہ دینی مدارس قائم کئے جائیں جہاں سے علماء پیدا ہوں۔

علاوہ بریں متعدد انجمنیں بنائی گئی ہیں جو مختلف مقامات پر جامع مسجدیں تعمیر کریں گی اگرچہ کثرتِ
مساجد کے اعتبار سے عالمِ اسلام کا کوئی ملک یا شہر ترکی کا اور خاص طور پر استنبول کا حریف نہیں
ہو سکتا۔ تاہم ترکوں کو شوق ہے کہ اور بڑی اور شاندار جامع مسجدیں تعمیر کی جائیں اس عام شوق اور
طلب کی وجہ سے ہی یہ مسجد کمیٹیاں۔ قائم کی گئی ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استاذ احمد حمدی اکسیکی کا پہلا مطالبہ یعنی یہ کہ اذان عربی میں دی جائے۔ جب پارلیمنٹ میں منظ
ہوا تو تمام ترکی میں انتہائی مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔ رمضان کے ماہ مبارک کی پہلی تاریخ عا
میں اذان کے افتتاح کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ اذان کا وقت جب آیا تو ترک مرد اور عورت، جوا
اور بوڑھے سب اپنے اپنے محلہ کی مسجدوں کے ارد گرد یا مکانوں کی چھتوں پر جوق در جوق جمع ہو
اور فرطِ اشتیاق و بے قراری کا یہ عالم تھا کہ جوں ہی مؤذن نے تقریباً ایک چوتھائی صدی کے وقفہ
بعد پہلی مرتبہ ترکی سرزمین پر آواز بلند اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو یہ کلمات ابھی موذن کے منہ سے پوری طر
پر ادا بھی نہیں ہوئے تھے کہ ترک جوشِ مسرت سے بے قابو ہو کر چیخنے لگے بہت سے غش کھا
گر پڑے، کتنے ہی تھے کہ ان پر شادیِ مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی، جو اپنے ہوش و حواس میں
وہ ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہے تھے، باہم مبارکباد دے رہے تھے اور بارگاہ خداوندی میں
رخساروں پر بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھا کر شکر بجا لا رہے تھے کہ خدا نے ان
زندگی میں ہی وہ دن دکھا دیا کہ ترکی میں پھر اذان عربی زبان میں ہو رہی ہے۔

اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگرچہ ترکی میں پردہ نہیں ہے لیکن ابھی پچھلے دنوں
مقالہ نگار نے اپنا ذاتی تجربہ اور مشاہدہ بیان کیا تھا کہ بے پردگی کے باوجود یورپ کی عریانی اد
بے حجابی کا تمام ترکی میں کہیں نام و نشان نہیں ہے قانونی طور پر کسی مرد کی مجال نہیں کہ باز
تفریح گاہ میں یا کسی جلسہ گاہ میں کہیں بھی کسی غیر عورت تو کجا خود اپنی بہن یا بیوی یا ماں کے
بھی چل پھر سکے۔

© rasailojaraid.com